QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

منشی پریم چند کی شخصیت، افسانوں میں موجود (رومانیت، اذیت پسندی، حقیقت پسندی) کے تناظر میں

عائشہ اکبر، ایم فل اسکالر
ڈاکٹر طارق بن عمر

Abstract

Premchan was born on July 31, 1880. He was a an who deeply loved life. His short stories reflect the realities of life, along with a touch of romanticism. He called this natural experience a "feeling". His stories vividly portray sense of suffering. They highlight how circumstances and events impact on individual. These bitter aspects of life were effectively depicted in his words. The concepts of humanity Presented in his stories brought social life into focus. Thus, his realistic style gave meaningful direction to his stories.

Keywords: Life, Human ,Reality, Romanticism, suffering, concept.

تلخیص:

۳۱جولائی ۱۸۸۰ء کو پریم چند کی پیدائش ہوئی۔ زندگی سے محبت کرنے والے انسان تھے۔ ان کے افسانوں میں زندگی کی حقیقتوں کے ساتھ رومانیت کا پہلو بھی ملتا ہے۔ اس فطری عمل کو احساس کا نام دیا۔ آپ کے افسانوں میں اذیت پسندی کی تصویر بہت نمایاں ہے۔ حالات و واقعات فرد پر کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس تلخیوں کو نمایاں کیا۔ ان کے افسانوں میں موجود تصورِ انسانیت نے معاشرتی زندگی کو نمایاں کیا۔ یوں حقیقت پسندی کے رنگ آپ کے افسانوں میں مقاصد کو لے کر آئے۔

کلیدی الفاظ: زندگی، انسان، حقیقت، رومانیت، اذیت، تصور

۳۱جولائی ۱۸۸۰ء کو پیدا ہونے والے دھنپت رائے، جس نے بدلتے ہوئے حالات کو بھانتے ہوئے پریم چند کا روپ اختیار کیا، اردو افسانوی دنیا میں ایک ایسا مقام حاصل کیا، جس نے نہ صرف ہندوستان کی زمین سے محبت کرنا سکھائی بلکہ اس کے اندر بسنے والی بے چین روح نے جس آزادی خیال کی روشنی کو فکر بخشی اس نے حوصلہ مندی اور اچھی امیدوں کی کرنیں پیدا کیں۔ آپ کی طبعیت فطرتاً سادہ تھی۔ اور اس سادگی میں نہ صرف ایک درد مند دل پایا جاتا تھا بلکہ انسانی نفسیات کا شعور بھی تھا۔ چونکہ دیہاتی ماحول کے قریب تھے، اس لیے اسے پرکھنے کی وجہ سے زندگی کے رنگوں کو بہتر طور پر سمجھ پائے۔ تغیراتِ زمانہ نے پریم چند کو پہلے ہی یہ محسوس کرایا تھا کہ کائنات کی ساری سچائی کا محور "رومانیت، اذیت اور حقیقت" میں چھپا ہوا ہے۔

یہ بات بالکل درست ہے کہ منشی پریم چند نے افسانوں میں زندگی کی حقیقتوں کو بہت خوب صورت انداز سے پیش کیا ہے۔ لیکن پریم چند نے اس بات کی بھی نشاندہی کی ہے کہ تلخیوں میں ان خوشیوں کو ضرور تلاش کیا جائے، جسے ہم رومانیت کہتے ہیں۔ اور اس رنگ کو سماجی حیثیت سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ آزادی کا احساس ہر انسان محسوس کرنا چاہتا ہے۔ پریم چند کے نزدیک عورت میں رومانیت کے بہت سے پہلو چھپے ہوئے ہیں، اسی لیے وہ ایک مکمل خاندان کی تشکیل کی ضامن ہوتی ہے۔"

"پریم چند کے بالکل ابتدائی دور کے افسانوں میں رومانیت کا غلبہ اور داستان کا لب ولہجہ نظر آتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کا سیاسی شعور اور انسانی ہم دردی کا جذبہ انھیں حقائق سے دور نہیں ہونے دیتا۔[1]"

کسی بھی معاشرے میں رومانیت کا ہونا ایک فطرت ہے، ایک جذبہ اپنے اندر عمل کا پہلو رکھتا ہے۔ پریم چند نے اپنے افسانوں میں جذبات کے رنگ اور حسن کے پہلوؤں کو فوقیت دی ہے۔ لیکن وہ یہ بات جانتے ہیں کہ یہ عوامل اپنے اندر تغیرات رکھتے ہیں۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

"اس وقت روپا نے اس کی زندگی میں بہار کی طرح رونما ہو کر اسے سرخ کونپلوں اور طیور کے نغموں سے حلاوت پیدا کر دی۔ اب اس کی یہ کیفیت تھی کہ کوئی کام کرنا ہوتا تو دل روپا کی طرف لگا ہوتا۔ یہی ارمان تھا کہ اسے کیا چیز دے کہ وہ خوش ہو جائے۔ بڑی ہمت کر کے اس نے اسے اپنا دردِ دل کہا" (اکسیر)

اسی طرح پریم چند افسانہ "دونوں طرف سے" میں رومانیت کو احساسات کا رنگ یوں دیا:

"اب تک تو نہیں چھپاتی تھی، مگر آج ضرور چھپا رہی ہو۔ آنکھیں ملاؤ، میری طرف دیکھو۔ لوگ کہتے ہیں عورت ایک نگاہ میں مردوں کی محبت کا اندازہ کر لیا کرتی ہیں۔ مگر شاید تم نے اب تک میری محبت کی تھاہ نہیں پائی۔ یقین مانو تمھاری اس افسردگی نے آج مجھے بہت بے چین رکھا۔ اگر اس وقت بھی نہ بتاؤ گی تو میں سمجھوں گا تمھیں مجھ پر اعتبار نہیں ہے۔"

آپ نے جس طرح رومانیت میں عورت کے پہلو کو کچھ اس انداز میں پیش کیا ہے کہ وہ نہ صرف احساس و قربانی کا جذبہ رکھتا ہے، بلکہ جذباتی خفا کو برقرار رکھتا ہے۔ یوں رومانیت حقیقی معنوں میں اپنی نشاندہی خود کراتی ہے۔ پریم چند کے افسانوں میں موجود رومانیت کے رنگ زندگی کی حقیقتوں کو بیان کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، یوں انسان کو آزادی کا احساس ہوتا ہے۔ تبدیل ہوتے ہوئے زمانے نے پریم چند کی ادبی زندگی کو بہت متاثر کیا۔ ایک باشعور اور حساس طبعیت رکھنے والے انسان جب معاشرے پر غور و فکر کرتا ہے تو اس کے اندر ایک ایسی اذیت کی لہر اٹھتی ہے جس کو ہم شاید کوئی نام تو نہ دے سکے لیکن روح ضرور کرب کا شکار ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر سلیم احمد لکھتے ہیں:

"ہمارے ہاں جہالت نے جو ایک مسلکِ فکر اور طرزِ حیات کی صورت اختیار کر لی ہے، تو اس کا بنیادی سبب بھی اسی استخراجی منطق کے پیدا کردہ فکری رویوں اور ان سے جنم لینے والے کرداری سانچوں میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔۔۔۔ اپنی تاریک دنیا کی تاریک پرچھائیوں ہی کو چاند سورج سمجھتے ہیں، جس کے نتیجے میں اندھیرے کی خوگر آنکھیں علم کی روشنی میں اندھی ہو جاتی ہیں۔[۲]"

معاشرے کی حقیقت نگاری سے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں، وہ اکثر افراد کو مایوسی کا شکار کر دیتے ہیں۔ برداشت کی کمی نے پر ایک کو ایک خول میں بند رکھا ہوا ہے۔ پریم چند نے اپنے افسانوں میں ایک عوامل کی نشاندہی کی ہے، انسان کب تک جہدِ مسلسل کے امور کو نمٹاتا رہے، ارتقاء پذیر ذہن نے ہندوستانی عوام کی روح میں موجود کرب کو نہ صرف دیکھا، بلکہ اس کو اپنے افسانوں میں بہت خوب صورتی سے بیان بھی کیا ہے۔

"دیکھا پیٹ کی آگ ایسی ہوتی ہے، لات کی ماری ہوئی، روٹیاں بھی نہ ملتیں تو کیا کرتے؟ ٹامی نے دم ہلائی۔ سریش کو اماں ہی نے پالا ہے ٹامی نے پھر دم ہلا دی۔ لوگ کہتے ہیں دودھ کا دام کوئی نہیں چکا سکتا۔ ٹامی نے پھر دم ہلا دی۔ اور مجھے دودھ کا یہ دام مل رہا ہے۔ ٹامی نے پھر دم ہلا دی۔" (دودھ کی قیمت)

اسی طرح پریم چند نے افسانہ "آہ بیکس" میں اذیت کو اس انداز سے بیان کیا ہے:

"موت کی دست درازیوں کا سارا زمانہ شاکی ہے۔ اگر انسان کا بس چلتا تو موت کا وجود ہی نہ رہتا مگر فی الواقع موت کو جتنی دعوتیں دی جاتی ہیں انھیں قبول کرنے کی فرصت ہی نہیں۔ اگر اسے اتنی فرصت ہوتی تو آج زمانہ ویران نظر آتا۔"

انسان کی جستجو ہمیشہ سے رہی ہے، انسان نفسیاتی دباؤ میں آتا ہے تو بعض اوقات ردِ عمل بھی ظاہر کرتا ہے، منفی رجحان جنم لیتا ہے، یوں اذیت کی لہریں سماج میں جنم لیتی ہیں۔ کوئی ایک واقعہ انسان کی شخصیت کو تبدیل کر دیتا ہے۔ طنز اور معصومیت کے عناصر استحصالی سماج میں دکھ اور درد کا باعث بنتے ہیں۔ معاشرے کی ناہمواریوں کو تقدیر کا لکھا سمجھنا ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جہاں پر فرد تو اپنا ذہن تبدیل کرتا ہے یا پھر اپنے حوصلوں اور آرزوؤں کو ختم کر دیتا ہے۔

پریم چند اردو ادب کی افسانوی دنیا میں معاشرتی و سماجی عناصر کا بہت باریک بینی سے جائزہ لیا۔ معاشرہ جب انتشار کا شکار ہو اور انسان کو تلخ تجربات کا سامنا ہو تو پھر ایک فرد وہ اصول اپنی زندگی میں اپنا لیتا ہے جو عام طور پر شاید اسے قبول کرنا ممکن نہ ہو، اسی رنگ کو آپ نے اپنا افسانہ "ریاست کا دیوان" میں تحریر کیا ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

"بے شک میرے لیے مناسب تو یہی تھا لیکن زندگی میں اتنے دھکے کھا چاہوں کہ اب برداشت کی طاقت نہیں رہی، میں نے طے کر لیا ہے کہ ملازمت میں ضمیر کو بے داغ نہیں رکھ سکتا، نیک و بد فرض ار ایمان داری کے جھمیلوں میں پڑ کر میں نے بہت تلخ تجربات حاصل کیے۔ میں نے دیکھا کہ دنیا دنیاداروں کے لیے ہے جو موقعہ و محل دیکھ کر کام کرتے ہیں۔ اصول پرستوں کے لیے دنیا مناسب جگہ نہیں ہے۔"

آپ کے افسانوں میں موجود حقیقت پسندی نے ان حقائق کو اجاگر کیا جہاں صرف تلخیاں چھپی ہوئی ہیں۔

ڈاکٹر انور فردوس لکھتی ہیں:

"پریم چند کے افسانوں کے مطالعے سے ایک بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ ان کے ہر افسانے کی فضا تخیل یا جذبات کی بجائے حقائق کی آگاہی اور صداقتوں کی ٹھوس بنیاد پر قائم ہے، جس کے پس پردہ کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے۔ مثلاً انھوں نے آغاز میں تاریخی روایات سے کہانیاں اخذ کیں ہیں اس میں بھی اصلاح کا جذبہ کار فرما تھا، جو عظمتِ گزشتہ اوبر گزیدہ ہستیوں کے عمل و کردار کے حوالے سے پیش کیا تا کہ سوئے ہوئے جذبے جاگیں، نا امیدی اور مایوسی کا رویہ ختم ہو کر نیا ولولہ اور جوش پیدا ہو۔[۳]"

آپ کے افسانوں میں حقیقت پسندی کا بنیادی جز انسانیت کا تصور ہے اس تصور سے انسانی ذات سے منسلک ہر چیز بنیادی اہمیت کی حامل ہو گئی۔ اگر ہم پریم چند کے افسانہ "ریاست کا دیوان" کا مطالعہ کریں تو ہم کو اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ ہندوستانی تہذیب اپنے اندر بے شمار دکھ اور درد رکھتی ہے، یہ افسانہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ چند افراد کس طرح ریاست کو اپنے قابو میں رکھتے ہیں، اپنے ضمیر کا خون کس طرح کرنا پڑتا ہے، اس کا اظہار پریم چند نے بہت خوبی سے کیا ہے۔ افسانہ "صرف ایک آواز" میں لکھتے ہیں:

"افسوس: جس ملک کی روشنی میں اتنا اندھیرا ہے وہاں کبھی روشنی کا ظہور ہونا مشکل نظر آتا ہے اس روشنی پر اس اندھیری، مردہ اور بے جان روشنی پر میں جہالت کو ترجیح دیتا ہوں۔ جہالت میں صفائی ہے، ہمت ہے اس کے دل اور زبان میں پردہ نہیں ہوتا۔ نہ قول اور فعل میں اختلاف کیا یہ افسوس کی بات نہیں ہے کہ علم جہالت کے سامنے سر جھکائے۔"

اسی طرح کا ایک رنگ افسانہ "آشیاں برباد" میں نظر آتا ہے:

"چھما کو ان کی خوشیوں میں سے ایک بھی نصیب نہ تھی۔ وہ اکیلی بیوہ تھی۔ جلیانوالہ باغ میں اس کا آشیانہ برباد ہو گیا تھا۔ شوہر مارا گیا، لڑکے مارے گئے، اب کوئی ایسا نہ تھا جسے وہ اپنا کہہ سکتی اور ان دس برسوں سے خرماں نصیب دل قوم کی خدمت میں تشفی اور سکوں کی تلاش کر رہا تھا۔"

منشی پریم چند ان معاشرتی حقیقتوں کو خوب اچھی طرح جانتے تھے جہاں پر نفسیاتی عناصر اثر انداز ہوتے ہیں۔ آپ کا افسانہ "گھاس والی" اسی پہلو کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ ہندوستان میں طبقاتی تقسیم نے جو سماج میں بگاڑ پیدا کیا تھا اس نے صدیوں کا سفر کرتے ہوئے اپنی سوچ کو نہ بدلا اور ہماری روحوں کو بھی جھنجھوڑ دیا۔ در حقیقت منشی پریم چند کے افسانوں میں ان شدت پسندی کی لہروں کو بھی بیان کیا گیا ہے جس نے معاشی ناہم واریوں کے ساتھ ساتھ انسانی ذات میں موجود ہر کہانی کے احساسات و جذبات کی توڑ پھوڑ موجود ہے۔ حلانکہ یہی عوامل کسی بھی معاشرے کی تشکیل کا باعث بنتے ہیں۔ جس طرح ہم زندگی کا کوئی زاویہ مقرر نہیں کر سکتے اسی طرح ہم حقیقت کے رنگوں کو کوئی خاص پہلو کا نام نہیں دے سکتے۔ ڈاکٹر فردوس انور قاضی، پریم چند کی زندگی کے فکری زاویوں کو یوں بیان کرتے ہیں۔

"پریم چند کے یہاں زندگی کے تجربات، معاشرتی اور سیاسی اقدار کے حوالے سے مختلف رجحانات کی شکل میں نظر آتے ہیں۔[۴]"

پریم چند نے اس وقت ہندوستانی معاشرے میں ایک متوازن سوچ و فکر کو پیدا کرنے کی کوشش کی جب سماج مکمل طور پر مذہب و زبان کے عناصر میں تقسیم ہو رہا تھا۔ پریم چند نے حقیقت پسندی کے سفر کو جو احساس اور ادراک دیا، اس نے آج تک افسانہ کی فضا کو تبدیل نہیں ہونے دیا۔ در حقیقت شعور کا سفر حقیقت کے رنگ میں آج بھی ہمارے اندر آزادی کا احساس دلاتا ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

حوالہ جات:

۱۔ فردوس انور قاضی، اردو ادب کے افسانوی اسالیب، پریم چند کی افسانہ نگاری کا تحقیقی مطالعہ، ۲۰۰۷ء، ہائر ایجوکیشن کمیشن، اسلام آباد۔ ص ۹۸
۲۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، بنیاد پرستی، ۱۹۹۴ء، سنگِ میل پبلیکیشن، لاہور، ص ۸۳۔ ۸۲
۳۔ فردوس انور قاضی، ڈاکٹر، اردو ادن کے افسانوی اسالیب، پریم چند کی افسانہ نگاری کا تحقیقی مطالعہ، ۲۰۰۷ء، ہائر ایجوکیشن کمیشن، اسلام آباد۔ ص ۱۰۰
۴۔ ایضاً، ص ۱۰۹۔ ۱۰۸

کتابیات:

۱۔ اردو ادب کے افسانوی اسالیب
۲۔ بنیاد پرستی
۳۔ اردو افسانہ ایک صدی کا قصہ
۴۔ پریم چند: گھر میں
۵۔ پریم چند تحقیقی و تنقیدی مطالعہ